جناب مولانا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خان صاحب
دہلوی کے شروع سے جون ۱۸۹۲ء تک کے

لکچروں کا مجموعہ

مرتبہ

حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں

سنہ ۱۸۹۲ء

مطبع انصاری واقع دہلی میں زیور طبع پہن کر مقبول جہاں ہوا

جناب مولانا مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب دہلوی کے

شروع سے جون ۱۸۹۲ء تک کے

لکچروں کا مجموعہ

مرتبہ

محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں سنہ ۱۸۹۲

مطبع انصاری واقع دہلی میں بزیور طبع پہن کر مقبول جہاں ہوا

تو کیا اب بھی کسی منصف مزاج دانشمند ملکی خیرخواہ کے دل میں یہ وسوسہ گذر کر سکتا ہے کہ خدانخواستہ سلطنت بدل جائے"۔ سب بولو؟ نہیں نہیں نہیں۔ (چیرز) میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسوقت کوئی کانگرس کا طرفدار بھی اِس مجمع میں ہوگا تو اُسکو بھی سوائے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا۔ لیکن مونھ سے نہیں کہنا کافی نہیں کردار سے۔ گفتار سے۔ ثبوت دو کہ تم تبدل[۱] سلطنت نہیں چاہتے"۔ آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہندوستان کے لینے کا مالیخولیا ان دنوں روس کے دماغ میں بر سر شورش ہے۔ روس جو تمہاری کانگرس کی خبر سُنے گا اور اُسنے ضرور سُنی ہوگی (کیونکہ آجکل کا ایسا وقت ہے کہ گھر میں بات کرو تو اخبار کے ذریعے سے ملکوں ملکوں جا پہونچتی ہے۔ نہ کہ کانگرس جسمیں کشاں کشاں سیکڑوں آدمی بلائے جائیں اور اُس کا ڈھنڈورا پیٹے۔ اُسکے لیے بگل بجائے جائیں اُسکی منادی اِسطرح کی جائے کہ گویا بلاتشبیہ کانگرس انجیل ہے۔ اور منادی کرنے والے پادری۔ اُسکے لیے اخباروں میں آرٹیکل[۲] لکھے جائیں۔ رسالے تصنیف ہوں اور مشتہر کیے جائیں کیونکر ممکن ہے کہ روس کے کان میں ایسی کانگرس کی بھنک[۳] نہ پڑی ہو۔ ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بھلا پھر روس نے کانگرس کی خبر سنکر کیا خیال کیا ہوگا؟ وہی جو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اِس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ سے ناخوش ہے۔ جس مضمون کے ادا کرنے کا دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ تبدل سلطنت کی خواستگار ہے۔ پھر اس خیال نے روس پر کیا اثر کیا ہوگا؟ دیوانہ را ہوئے بس است۔ وہ مجنونانہ حرکت جو وہ پرسوں کرتا کل کریگا۔ اور کل کرتا تو آج۔ افسوس ہے کہ کانگرس والے اپنی حرکت کے اس زبون[۴] نتیجے پر نظر نہیں کرتے۔ گورنمنٹ اور رعایا میں جو تعلق ہے وہ ایسا ہے کہ گورنمنٹ پدر مہربان ہے اور رعایا اولاد۔ یا گورنمنٹ طبیب ہے۔ رعایا مریض۔ یا گورنمنٹ اُستاد شفیق ہے۔ اور رعایا شاگرد لیکن اُن تعلقات کی مزہ داری اسی میں ہے کہ محتاج کو محتاج[۵] الیہ پر پورا پورا بھروسہ ہو اور وہ نہیں ہوگا جب تک محتاج اپنے نیک و بد کو محتاج الیہ پر نہیں چھوڑ بیٹھتا۔ اگر اولاد اپنی تربیت میں یا بیمار اپنے علاج میں یا شاگرد اپنی تعلیم میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایک نیچرل[۶] بات ہے کہ باپ اور طبیب اور اُستاد ذمہ داری سے سبکدوش ہوکر پرداخت میں کمی کرنے لگتے ہیں۔ پس کانگرس کا یہ پہلو کیا ہمارے حق میں مضر نہیں ہوگا۔ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا

(چیرز)

[۱] بدل جانا ۱۲ [۲] مضامین ۱۲ [۳] آواز ۱۲ [۴] بد ۱۲ [۵] جسکے پاس حاجت لیجا دیں ۱۲ [۶] فطرتی۔ خلقی ۱۲

ہم برٹش گورنمنٹ کی پچھلی کارروائی پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ ٹرننر ہیٹو اور پروگریسو گورنمنٹ ہی یعنے گورنمنٹ کی حالت ٹھہری ہوئی اور جمی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ یوماً فیوماً بہتری اور درستی اور صفائی اور عمدگی اور آسانی کی طرف ترقی کرتی جاتی ہے چونکہ ہم خود ٹرننر ہیٹو اور پروگریسو کنڈیشن میں ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی ٹرننر ہیٹو اور پروگریسو ہونا چاہیئے۔ زیادہ نہیں ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کے زمانے کو اس وقت سے مقابلہ کرو تو ظلمت و نور کا فرق پاؤ گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ریل یہ تار برقی۔ یہ سررشتۂ تعلیم۔ یہ منی آرڈر۔ یہ پوسٹ کارڈ۔ یہ ویلیو پی ایبل پارسل۔ یہ میونسپلٹی۔ یہ سڑکیں یہ صفائی۔ یہ نہر۔ یہ سفر بحری و بری کی آسانیاں۔ یہ پولیس۔ یہ اخباروں کی آزادی۔ یہ ہندوستانی والیانِ ملک کے اختیارات تبنیت۔ یہ نمائشیں۔ یہ معدلت گستری کے قوانین اور ضابطے۔ یہ ہندوستانیوں کی کونسلوں میں شرکت۔ یہ تعززی خطاب۔ یہ تجارت کی ترقی۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا غرض یہ سارے انتظام کس نے سوچے؟ کس نے نکالے؟ کانگرس بیچاری تو کے آدمی و کے پیٹری کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ تھا۔ ذرا ایمان کو ٹھکانے رکھو اور نیت کو ڈانوا ڈول مت ہونے دو۔ جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ چلتے بیل کے آر نہ مارو اور کرنے دو (چیرز) کانگرس والوں کے پاس چکنے چپڑے الفاظ تو بہت سے ہیں جنکے ذریعے سے وہ اپنے اوپر کسی اعتراض کو اپنی پنداریں جمنے نہیں دیتے۔ مگر ہم تو واقعات کو دیکھتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

کانگرس کی بنیاد صرف اس ایکبات پر ہے کہ حکامِ وقت رعایا کی حالت۔ رعایا کی ضرورتوں سے غافل اور بے خبر نہیں تو خود غرض اور نا منصف ہیں۔ میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی شریف آدمی جسکے نزدیک جھوٹ بولنا اور (کیا کہوں) برابر ہے۔ ایسے لغو اور بے اصل اور بیہودہ اور غلط الزام لگانے والوں میں شرکت کر سکتا ہی (نعرہ نہیں نہیں نہیں!) بارہ برس ہوئے کہ مجھکو برٹش گورنمنٹ سے ایک نسے تعلقی سی ہے۔ مگر مجھپر برٹش گورنمنٹ کے حقوق ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے مجھکو پڑھایا۔ عزت دی۔ نوکری دی۔ میں اس کی رعیت ہوں۔ اور

۱؎ سرکار انگریزی ۱۲ ۲؎ حالت ۱۲ ۳؎ وہ پارسل جو قیمت لے کر ادا کیا جاتا ہے ۱۲ ۴؎ اگر خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم ان کو نہ گن سکو گے ۱۲

پیچھے سے۔ داہنے سے اور بائیں سے۔ اوپر سے اور تلے سے) ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں جاؤ تو بچ کر کہاں جاتے ہو ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان (اگر تم کو قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو چلے جاؤ۔ مگر بے قدرت تو نہیں جا سکوگے) یہ ہے سائنٹفک حکومت جس نے تمام رعایا کو جکڑ بند کر رکھا ہے۔ ہندوستان میں اس طرح کی اضطراری حکومت انگریزوں سے پہلے اور کسی کو تو نصیب ہوئی نہیں۔ ہوگی بھی نہیں ۱۸۵۷ء کے غدر میں میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز پہلے سے ہوں تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لئے سمندر میں ہو رہیں۔ تاکہ باغیوں کو کافر نعمتی کا اچھی طرح مزہ مل جائے۔ باوجودیکہ اُس وقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ تھا جیسا اب ہے۔ مگر جیسا اور جس قدر تھا میرے اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسایش ہم کو انگریزی عملداری میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اسکے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ پس یہی باغیان ناعاقبت اندیش بر خود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش ہیں۔ چند روز میں عاجز آکر بمنت انگریزوں کو منا کر لائیں تو سہی۔ میں اپنی معلومات کے مطابق اُس وقت کے ہندوستانی والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برہما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اِس سرے سے اُس سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں۔ امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اُس وقت موجود نہ تھا کہ میں اُس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس میرا اُس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریزی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں سلطنت ان ہی کا حق ہے ان ہی پر بحال رہنی چاہیئے۔ دعوی مدعیان معہ خرچہ ڈسمس[1]۔ ہوں تو میں غریب آدمی کسی کا نوکر نہیں چاکر نہیں۔ مگر اپنے جھونپڑے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک ایسا قاعدہ ٹھہرا لیا ہے کہ شاید مدتوں تک مجھ کو تجویز کی زحمت نہیں اُٹھانی پڑے گی۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ فی زماننا هذا[2] سلطنت کوئی حق مستقل بالذات نہیں بلکہ سائنٹفک سوپیریارٹی (علمی برتری) کا تابع اور اُس کی فرع ہے۔ پس جو شخص سائنٹفک سوپیریارٹی سے بے نصیب ہو اُس کا دعوی سماعت نہ کیا جائے۔ ہماری تیرھویں صدی میں دنیا کی تمام حالتیں اس قدر متغیر ہوئیں کہ اگر اب سے سو برس پہلے کے مُردے کا جلایا جانا ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا۔ سب سے بڑا عظیم الشان تغیر جس پر تمام دوسرے تغیرات متفرع ہوئے علمی تغیر تھا۔ جب مسلمان ہندوستان پر حکمران ہوئے تو جیسا تقاضائے حکومت ہے رفتہ رفتہ

[1] خارج ۱۲ [2] اس زمانے میں ۱۲